پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی ؔ سط ۸

امارات اسلامیہ افغانستان............مشاہدات و تاثرات

اس سال صبح آٹھ بجے سے چلے ہوئے ساڑھے بارہ بجے چشمہ سالار پہنچے ہر شخص نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق کھانے پینے کی اشیا، سے خود کو تازہ دم کیا ہم نے تربوز سے پانی کی کمی دور کی اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد پھر چل پڑے، راستے میں سڑک پر سائیکل سوار طالب علموں کی فوج ظفر موج نظر آئی کوئی سڑک کے کنارے بیٹھا خود ہی سائیکل کو پنکچر لگا رہا تھا کوئی پیچ کس رہا تھا، کوئی چین درست کر رہا تھا اور کوئی مرمت کر رہا تھا کوئی اکیلا جا رہا تھا کوئی کسی کو اپنے ساتھ سوار کئے ہوئے تھا معلوم ہوا کہ اسکول سے چھٹی ہوئی ہے، اور شہروں میں تو چھٹی کے وقت طلبہ کے ہجوم کی وجہ سے راہگیروں کے لئے پیدل چلنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، طلبہ کی کثرت سے طالبان حکومت اور افغان عوام کے تعلیمی رجحان کا اندازہ ہو رہا تھا اور یہ رجحان اس قوم کے روشن مستقبل کی نوید ہے، اور اس کا کسی سائے کے بغیر دھوپ میں بیٹھ کر خود اپنے ہاتھوں سے سائیکل کی مرمت وغیرہ کرنا یہ خبر دے رہا تھا کہ یہ محنتی قوم جو اس وقت کسی ملک، قوم یا بین الاقوامی ادارے کی مقروض نہیں اب اس کی معاشی خوشحالی کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

گذشتہ سال کا واقعہ:

گذشتہ سال کابل سے قندھار کے لئے جو قافلہ تشکیل دیا گیا اس میں ملتان کے علاوہ حاصل پور، چشتیاں اور گوجرانوالہ وغیرہ کے افراد بھی شامل تھے تین گاڑیاں کرایہ پر لی گئیں اور ان کے ڈرائیوروں سے یہ بات طے ہو گئی کہ وہ ہمیں غزنی کے قابل دید مقامات دکھاتے ہوئے جائیں گے، ہم جس وقت غزنی پہنچے رات ہو چکی تھی ہماری ویگن کے ڈرائیور نے غزنی سے دو میل یعنی تین کلو میٹر پہلے ویگن روک کر بتایا کہ یہ سلطان محمود غزنوی کے مزار کا راستہ ہے مزار اس وقت بند ہو گا لہذا آپ اسی جگہ فاتحہ پڑھ لیں۔

ہم نے کہا کہ اگر صرف فاتحہ پڑھنا مقصود ہوتا تو یہ کام تو ملتان میں بھی ہو سکتا تھا جو مجاہد ہماری خاطر سترہ بار برعظیم پاک و ہند میں آیا ہم اس کی قبر پر جائے بغیر یہاں سے گزر جائیں یہ بات کیسے مناسب ہے مگر ڈرائیور کا کہنا یہ تھا کہ میں صبح دوبارہ اس جگہ نہیں آؤں گا۔ امیر سفر چونکہ دوسری گاڑی میں تھے لہذا ہم نے ڈرائیور سے کہا کہ قیام گاہ پر چلو اور امیر صاحب جو فرمائیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔ ہوٹل پر پہنچے پہلے نماز عشا ادا کی اس کے بعد قندھار کی طرف روانہ ہو گئے، رات کو ہوٹل میں ہی سو گئے امارت اسلامیہ میں سفر کے دوران جہاں بھی ہم گئے صرف کھانے کا بل لیا گیا سونے کا کوئی کرایہ نہیں لیا گیا فرشی انتظام ہے جہاں جی چاہے اپنا بستر بچھا کر یا صرف تکیہ استعمال کر کے آرام سے سو جائیں، نماز فجر جامعہ تعلیم و تزکیہ ملتان کے حفظ و تجوید کے معلم قاری عبدالرحمن قاسمی صاحب کی امامت میں ادا کی کھلی فضا، موسم میں معمولی خنکی کا سیانا وقت، قاری صاحب کا انداز قرأت، بس قرآنِ فجر کا لطف آ گیا، نماز کے بعد ویگنوں پر بیٹھ گئے ہمارے ڈرائیور نے کہا کہ میں نے گاڑی میں ہوا ڈلوانی ہے ہوا ڈلوانے سے فارغ ہوا تو ایک سڑک پر گاڑی دوڑا دی ہم روکتے رہے مگر اس نے ایک نہ سنی اڑھائی دو گھنٹے بعد ایک

ہوٹل پر ویگن روک کر کہنے لگا ناشتا کرلو ہم نے غزنی کی مزارات پر جانے کا مطالبہ کیا تو کہنے لاکہ اب تو ہم تقریباً تین گھنٹے آگے کا سفر طے کر چکے ہیں میں واپس نہیں جاتا، خوب بحث ہوئی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا اس کا موقف یہ تھا کہ تین گھنٹے جانے میں، تین گھنٹے آنے میں اور دو گھنٹے شہر میں کل آٹھ گھنٹے کا فرق پڑ جائے گا جبکہ ہمارا موقف یہ تھا کہ اس میں ہماری کوئی غلطی نہیں لہذا ہم غزنی کے مزارات پر جائے بغیر یہاں سے آگے نہیں جائیں گے، کہنے لگا کہ باقی دو گاڑیاں آجائیں ان سے بھی پوچھ لیناوہ بھی نہیں گئے ہوں گے۔ اتنے میں ایک گاڑی تقریباً ایک گھنٹے بعد آگئی معلوم ہوا کہ تیسری گاڑی راستے میں پنکچر ہو گئی ہے اور وہ ابھی ابھی آجائے گی ہم ایک گھنٹہ بعد اس لئے آئے ہیں کہ ہم سلطان محمود غزنوی کے مزار پر گئے تھے اس سے ہمارا موقف مزید مضبوط ہو گیا، ڈرائیور نے کہا کہ یہاں سے غزنی آنے جانے کا کرایہ دے دو تو میں جانے کو تیار ہوں امیرِ کارواں مولانا محمد آصف چیمہ صاحب پیچھے رہنے والی گاڑی میں تھے ہم ان کا انتظار کرنے لگے اتنے میں دوسری گاڑی کے بعض دوستوں نے نصف نصف کا پنچایتی فیصلہ کردیا ڈرائیور تو تیار تھا ہم بھی مجبوراً اس ادائیگی پر آمادہ ہو گئے راستے میں امیر قافلہ مولانا محمد آصف چیمہ صاحب بھی تیسری گاڑی میں آتے ہوئے مل گئے انہوں نے فرمایا کہ یہ اضافی کرایے کا حق دار تو نہیں تاہم آپ نے وعدہ کر لیا ہے تو اسے قندھار پہنچ کر دے دیں گے اور وہ خود بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے کہ کہیں ڈرائیور ہماری اجنبیت سے پھر ناجائز فائدہ نہ اٹھا لے۔ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے فاتحہ پڑھی اب ہم نے ڈرائیور سے کہا کہ حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ کے مزار پر چلو کہنے لگا وہ تو بہت دور ہے میں نہیں جا سکتا ہم نے اصرار کیا کہ ہم تو ضرور جائیں گے اس نے کہا چلو ویگن میں بیٹھو چلتے ہیں ہم بیٹھ گئے تو وہ ہمیں حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ کے مزار کی بجائے طالبان کے مرکز پر لے گیا اور کہا کہ یہ پاکستانی مجھے تنگ کر رہے ہیں انہوں نے مجھ سے فلاں جگہ (جہاں سے ہم واپس آئے تھے) سے غزنی تک کا کرایہ طے کیا ہے جو مجھے نہیں دے رہے، ہم نے انہیں پورا واقعہ سنایا انہوں نے ڈرائیور سے ہمارے بیان کی تصدیق کی اور وہ انکار نہ کر سکا اس پر طالبان کے نمائندے نے کوڑا نکال لیا اور کہا اول تو اضافی کرایہ تمہارا حق نہیں بنتا ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے تجھ سے وعدہ کرلیا ہے لہذا انہیں سب مطلوبہ مقامات دکھاؤ اور یہ تمہیں اضافی کرایہ قندھار میں جا کر دیں گے اس پر وہ ہمیں نہ صرف حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ کے مزار پر لے گیا بلکہ چند اور مقامات بھی دکھائے جو ہمیں معلوم نہ تھے۔

ہم نے قندھار پہنچ کر اسے اپنی خوشی سے اس اضافی کرائے کے علاوہ کچھ انعام بھی دیا، سابقہ سال کے اس تلخ تجربہ کی وجہ سے ہم نے اس سال گاڑی ڈرائیوروں سے صرف غزنی تک کا کرایہ طے کرنا چاہا تاکہ وہاں اپنی مرضی سے قیام کر کے اور گاڑیاں کرائے پر لے کر قندھار جائیں گے۔، ڈرائیوروں نے ہم سے پوچھا کہ آپ غزنی سے کب روانہ ہونا چاہتے ہیں ہم نے کہا اگلے دن۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ قندھار تک کے لئے ہم سے طے کرلیں ہم غزنی میں آپ کے ساتھ قیام کریں گے جہاں جہاں آپ کہیں گے ہم آپ کو لے جائیں گے اور اگلے دن جس وقت آپ کہیں گے اس وقت چلیں گے مولانا قاری سیف اللہ صاحب کی ذمہ داری پر ہم نے ان سے اسی طرح سے کرلیا۔

ڈرائیوروں نے اپنی عادت پوری کی شہر سے تین کلومیٹر پہلے سلطان محمود غزنوی کے مزار پر گاڑی روک دی کہ یہاں سے ابھی فارغ ہو لیں تاکہ دوبارہ نہ آنا پڑے کچھ جلد باز دوست سوچے سمجھے بغیر اتر کر چل پڑے جنہیں واپس بلایا گیا، ڈرائیوروں کو وعدہ یاد دلایا لہذا یہاں سے سیدھے وائی غزنی کی کوٹھی (یعنی گورنر ہاؤس) پہنچے عصر تک

مہمان خانے میں آرام کیا اور نماز عصر کے بعد ویگنوں میں بیٹھ کر زیارات کے لئے چل پڑے۔

یہ شہر عام طور پر سلطان محمود غزنوی کے نام کی نسبت سے مشہور ہے، پرانا شہر موجودہ شہر سے مشرقی جانب چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اپنے دور میں یہ شہر علوم وفنون اور ترقی کے لحاظ سے غرناطہ، قرطبہ اور بغداد کا ہم پلہ تھا یہ عروج تقریباً ایک صدی تک رہا، سلطان کو خلافت کی طرف سے ''یمن الدولہ'' اور غازی کا خطاب ملا ہوا تھا، حنفی المذہب تھا، خود عالم دین تھا اور علم وادب کی سرپرستی کا ذوق رکھتا تھا اس کے دربار میں مختلف اصحاب علم و کمال جمع تھے، سلطان کے جانشینوں سے غوری خاندان کی معرکہ آرائی رہی بہرام شاہ غزنوی نے سیف الدین غوری کو سولی دی اس کے جواب میں اس کے بھائی علاء الدین حسینی غوری نے غزنی پر حملہ کیا غزنوی خاندان کو شکست دی، شہر میں فاتحانہ داخل ہوا تین دن تک لوٹ مار کی اور اس کے بعد شہر کو آگ لگادی جو جل کر خاکستر ہو گیا ۵۴۷ھ کے اس واقعہ کی وجہ سے اہلِ تاریخ اسے علاء الدین جہاں سوز لکھتے ہیں۔

یہ قدیم شہر اس وقت کھنڈرات بعض شکستہ دیواروں اور ایک وسیع میدان کی شکل میں ہے سلطان کے مزار کے سوا کوئی عمارت باقی نہیں ہے اس کی مناسب مرمت غازی امان اللہ خاں کے والد امیر حبیب اللہ خاں نے اپنے دور حکومت (1901ء تا1919ء) میں کرائی سلطان مزار سڑک سے کافی بلندی پر پہاڑی پر ہے راستہ کشادہ ہے، سیڑھیاں بھی ہیں ہم نے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی، مزار سے باہر پنجے کی علامت لٹکی ہوئی تھی جس پر ''اللہ'' لکھا ہوا تھا، معلوم ہوا کہ امیر عبدالرحمن خاں نے اپنے دور میں رافضیوں کی سازشوں سے بچنے کے لئے انہیں سرحدات سے اٹھا کر ملک کے اندرونی حصوں میں آباد کیا خاندان غزنی میں آباد کئے گئے حالیہ جہاد افغانستان میں جہادی گروہ کی حیثیت سے مزار پر ان کا قبضہ ہو گیا تو انہوں نے پنجہ لٹکا دیا اور کالے جھنڈے لہرا دیئے طالبان کی حکومت آئی تو سیاہ جھنڈے اتر گئے مگر پنجے اس گروہ کی خاص علامت ہونا معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے اگلے مرحلے کی اصلاحات میں شامل کر لیا گیا جس کی وجہ سے یہ ابھی تک باقی ہے اس کے بعد غزنوی شہزادے دانا بہلول اور سلطان محمود غزنوی کے والد سبکتگین کی قبروں پر گئے جو اوپر پہاڑیوں پر تھیں، اترتے ہوئے دیکھا کہ قریب کچے مکانات کے باہر کچھ لوگ قالین بافی کر رہے ہیں اور ان کے گرد بچے کھیل رہے ہیں، بچوں کو بے فکری سے کھیلتے دیکھ کر اپنا بچپن یاد آ گیا کچھ لمحات اسی تصور میں کھوئے رہے، اس کے بعد حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور نماز مغرب وہیں قبروں سے ہٹ کر ایک طرف باجماعت ادا کی،

حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ فارسی زبان کے صوفی شاعر اور بزرگ تھے ان کا تعلق محمود غزنوی سے سو سال بعد بہرام شاہ غزنوی کے دور سے ہے پہلے درباری متعلقین ہی سے تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے دنیاداری سے محفوظ فرما کر اپنی محبت سے سرفراز فرما دیا ان کا نام مجدود کنیت ابو المجد ہے بعض لوگوں کی رائے کے مطابق ان کا انتقال ۵۲۵ھ میں ہوا مگر ممتاز محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ۵۲۵ھ/۱۱۵۰ء کے سال کی تحقیق کو ترجیح دی ہے۔

۱۹۳۳ء میں افغانستان کے حکمران نادر شاہ (والد ظاہر شاہ) نے علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کو تعلیمی مشاورت کے لئے کابل آنے کی دعوت دی، اس موقع پر علامہ مرحوم نے نومبر میں حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور ان کے ایک قصیدے کی پیروی میں یہاں کچھ اشعار کہے جو ان کی اردو شاعری کے

دوسرے مجموعے "بال جبریل" میں شامل ہیں آخری تین شعر یہ ہیں۔

وہ دانا ئے سبل ختم الرسل مولا ئے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ
سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا

اس سال مزار پر حاضری مغرب کے بعد ہوئی جبکہ گذشتہ سال دن کے وقت آئے تھے گذشتہ سال جب ہم فاتحہ پڑھ کر مزار سے باہر آئے تو ایک بس آئی جس سے خواتین کی ایک جماعت اتر کر اندر چلی گئی اتنے میں رونے چلانے کی آوازیں آنے لگیں ہم جلدی سے اندر گئے دیکھا کہ عورتیں ترتیب کے ساتھ الٹی لیٹی ہوئی گریہ وزاری کر رہی ہیں مجاور سے معلوم ہوا کہ منت کے لئے آنے والوں کی حاضری کا روایتی طریقہ یہ ہے مزار کے نیچے ایک تہ خانہ ہے جس میں چلہ کش بیٹھا کرتے تھے۔

اس کے بعد ایک پرانی بستی ہجویر آئے بیان حضرت ابوالحسن بن عثمان ہجویری لاہوری رحمہ اللہ علیہ (المعروف داتا گنج بخش جب کہ ان کا اپنا ارشاد منقول ہے کہ مجھے اس نام سے نہ بلایا جائے کے والد محترم ابو علی عثمان بن علی رحمہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور وہاں سے چند قدموں کے فاصلے پر حکیم سنائی رحمہ اللہ علیہ کی والدہ اور ان کے ماموں کی قبریں ہیں وہاں فاتحہ پڑھی نہ جانے اس قبرستان میں اور کون کون سے گنج ہائے گراں مایہ مدفون ہیں اس شہر میں متعدد قدیم دینی مدارس موجود ہیں ایک مدرسہ سلطان محمود غزنوی کے نام سے ہے اور ایک مدرسہ کا نام دارالحفاظ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک محفوظ ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر گورنر ہاؤس واپس آئے دستر خوان لگا ہوا تھا کھانا کھایا معلوم ہوا کہ مولانا عزیزاللہ صاحب نائب والی (یعنی نائب گورنر) نماز مغرب کے بعد ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے اور نماز عشاء کی اذان تک انتظار فرما کر واپس چلے گئے ہیں اور والیٔ غزنی (گورنر غزنی) مولانا دوست محمد صاحب ساتھ والے بڑے کمرے میں نماز عشاء کی امامت فرما رہے ہیں کیونکہ ہم نے بھی ابھی تک نماز ادا نہیں کی تھی لہذا ان کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔

والیٔ غزنی سے تعارف اور گفتگو:

نماز کے بعد ان کی خدمت میں مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب کا تعارفی خط پیش کیا نیز ایک درخواست کی کہ ہمارے سات آٹھ ساتھی شدید بخار کا شکار ہیں ہمارے وفد میں شامل ایک مشتاق معالج صاحب نے ان کے لئے دوائیں تجویز کی ہیں مگر بازار بند ہیں (غزنی اور قندھار میں بازار سرِشام بند ہو جاتے ہیں نیز رات کو کرفیو بھی لگ جاتا ہے اگر دواؤں کی خریداری کی کوئی صورت ہو سکے تو آپ کی نوازش ہو گی انہوں نے بلاتاخیر اپنے ایک معاون سے فرمایا کہ گاڑی پر ان کے معالج صاحب کو ساتھ لے جاؤ اور میڈیکل اسٹور کھلوا کر اپنی دوائیں خرید کر دو اور خود ہمیں

ساتھ لے کر باہر چبوترے پر تشریف لے آئے ہمارے بار بار اصرار کے باوجود معاون نے دواؤں کے لئے رقم لینے سے انکار کر دیا جب گورنر صاحب سے اصرار عرض کیا کہ ہمیں بل ادا کرنے دیا جائے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ہماری مہمان نوازی کی روایت کے خلاف ہے لہذا تقریباً تین سو روپے کا بل انہوں نے خود ادا فرمایا۔

گزشتہ سال غزنی کے گورنر مولانا یار محمد شہید رحمہ اللہ علیہ تھے ہم نے ان کی زیارت غزنی کی بجائے قندھار کے گورنر ہاؤس میں کی تھی وہ یوں کہ ایک صاحب جو مسافر معلوم ہوتے تھے چند ساتھیوں کے ساتھ جیپ سے اتر کر سیدھے مسجد میں آئے جماعت ہو چکی تھی ایک طرف اپنی جماعت کرائی ہمارے کچھ ساتھی بھی ان کی اقتداء میں شریک ہو گئے نماز کے بعد معلوم ہوا کہ جو امامت کرا رہے تھے وہ گورنر غزنی ہیں جب مزار شریف کے محاذ پر ان کی شہادت ہو گئی تو پھر ان کی جگہ مولانا دوست محمد صاحب کو گورنر بنایا گیا۔

گورنر صاحب نے گفتگو کا آغاز فرماتے ہوئے پشتو زبان میں ہمیں خوش امدید کہا اور پاکستان کے عوام اور بالخصوص علماء کا دعائیہ کلمات میں شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے جہاد افغانستان کے آغاز ہی سے ہم سے تعاون کیا اور معاونت و رفاقت کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ان شاء اللہ باہمی محبت اور اسلامی اخوت کا یہ تعلق ہمیشہ قائم رہے گا اس کے بعد جامعہ تعلیم و تزکیہ ملتان کے نمائندے نے اردو میں وفد کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ ہم مسلمان اور مملکت پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے کئی لحاظ سے اہل افغانستان کے شکر گزار و احسان مند ہیں: اول یہ کہ ہمارے اکابرین نے اس صدی کی پہلی چوتھائی میں دم توڑتی خلافت اسلامیہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جس میں بظاہر کامیابی نہ ہوئی تاہم ان کوششوں کا نتیجہ اس صدی کے آخر میں افغانستان میں ظاہر ہوا آپ حضرات نے نہ صرف خلافت اسلامیہ کا احیا کیا بلکہ اس کی بنیاد خلافت راشدہ پر رکھی، اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کو خلافت کے زیر سایہ آنے کی جلد از جلد توفیق عطا فرمائے ہم نے پاکستان کی کئی مساجد میں جمعہ کے خطبے میں امیر المومنین کے ذکر کو شامل کیا ہے اور دیگر حضرات کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دوم یہ کہ آج دنیا میں اسلامی نظام کا قیام مسلمانوں کے لئے ایک چیلنج بن چکا ہے یہاں تک کہ خود مسلمانوں کی سوچ یہ ہے کہ دور جدید میں اسلامی نظام کا نفاذ عملاً ممکن نہیں ان حالات میں آپ نے قرون اولیٰ کا اسلامی نظام نافذ کر کے دین داری کا دعویٰ رکھنے والے ہی نہیں بلکہ دنیا پرست و مغرب زدہ مسلمانوں کے لئے بھی حجت باقی نہیں چھوڑی۔

سوم یہ کہ خمینی انقلاب نے دنیا کے سامنے مسخ شدہ اسلام پیش کر کے کفر کو اسلام کا ترجمان بنا دیا جبکہ آپ نے حقیقی اسلام کو اجاگر کر کے خواب غفلت میں مدہوش ملت اسلامیہ کو اس احساس کے ساتھ بیدار کر دیا کہ اسلام کے ترجمان صرف اور صرف مسلمان ہو سکتے ہیں۔

چہارم یہ کہ کشمیر سمیت تمام مسلمانوں کو ظلم سے نکالنے کا ذریعہ صرف اور صرف جہاد ہے اور مسلمان کافی عرصے سے یہ فریضہ فراموش کر چکے تھے آپ کی قربانیوں نے انہیں یہ بھولا ہوا سبق دوبارہ یاد دلادیا۔ آج دنیا سے اسلام کی تمام جہادی تحریکوں کو تقویت و حوصلہ آپ کی وجہ سے ہے۔

پنجم یہ کہ فقہ حنفی طویل عرصے تک افغانستان اور برعظیم پاک و ہند سمیت اکثر مسلمان حکومتوں میں رائج رہی مگر اب

اسے متروک سمجھا جارہا تھا مگر آپ نے اسے علانیہ اختیار کر کے اس کی اہمیت و افادیت کو دوبارہ اجاگر کر دیا ہے۔
ششم یہ کہ روس جو پاکستان میں داخل ہونے کا مذموم ارادہ رکھتا تھا آپ حضرات نے بے مثال قربانی دے کر پاکستان اور اہل پاکستان کی قومی سلامتی کا تحفظ کیا ہے اگر اہل افغانستان روسی سیلاب کو نہ روکتے تو ہمارے لئے اسے روکنا ممکن نہ تھا۔

پشتو سے اردو اور اردو سے پشتو ترجمہ مولانا جنید اللہ اختر صاحب قابل رشک روانی سے فرمارہے تھے، دوران گفتگو گورنر صاحب کو پیغام ملا کہ امیر المومنین مخابرے (وائرلیس) پر آپ سے گفتگو فرمانا چاہتے ہیں لہذا وہ تشریف لے گئے اور ہم کچھ دیر تک ان کے معاونین سے تبادلہ خیال کرتے رہے اور پھر وہ کھلی ہوا کا لطف اٹھانے کے بعد اندر جا کر سو گئے۔

نائب والئی غزنی کے ساتھ نشست:

مولانا عزیز اللہ صاحب غزنی کے نائب والی ہیں متعدد مرکزی و صوبائی وزراء اور افغانستان کے کئی ممتاز علماء کے استاد ہونے کا شرف رکھتے ہیں پاکستان کے شہر کوئٹہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے چکے ہیں اس لئے اردو سمجھتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں، وہ ہم سے ملاقات کے لئے نماز مغرب کے بعد گورنر ہاؤس میں تشریف لائے تھے لیکن ہماری غیر موجودگی کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی لہذا امیر سفر مولانا جنید اللہ اختر صاحب سے طے پایا کہ ان شاء اللہ نماز فجر کے بعد ان سے ملاقات کریں گے۔ ۱۵ ربیع الاول/ ۳۰ جون بروز بدھ نماز فجر گورنر ہاؤس کے سامنے مسجد میں ادا کی اور وہیں مولانا سے ملاقات ہو گئی ہمارے ساتھ گورنر ہاؤس میں تشریف لائے، تفصیلی نشست ہوئی انہوں نے ہمارے استفسارات و پیش کردہ شبہات پر ہمیں عوام کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی حکومتی کوششوں اور ارادوں سے آگاہ فرمایا اس گفتگو میں سلطان محمود غزنوی کے مزار پر لٹکا ہوا پنجہ بھی زیر بحث آیا نیز ہم نے ایک گزارش یہ کی کہ افغانستان میں جمعہ کا خطبہ پاکستان کی اکثر مساجد کی طرح پڑھا جاتا ہے جسے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا حالات کے تقاضے کے مطابق آپ نے جس طرح اس میں امیر المومنین کے ذکر کا اضافہ فرمایا ہے اسی طرح ضرورت اس بات کی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیوں رضی اللہ عنہن کا ذکر کیا جائے کیونکہ ایک بیٹی رضی اللہ عنہا کے ذکر سے رافضیوں کو مسلمان عوام میں اس پروپیگنڈہ کا موقع مل رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نہیں صرف ایک بیٹی تھی۔ مولانا نے اس تجویز پر تائید اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ گفتگو کے دوران دستر خوان لگ گیا نائب گورنر سمیت تمام افراد نے خشک تندوری روٹی قہوہ کے ساتھ نوش کی اور جو ہماری طرح قہوہ نہیں پیتے تھے انہوں نے قہوے کا کام پانی سے لیا۔

قندھار کی طرف روانگی:

ناشتے کے بعد نائب والی صاحب سے اجازت طلب کی انہوں نے فرمایا کہ غزنی میں مدفون بزرگوں اور شہر کی معلومات کے لئے تمہیں کم از کم یہاں سہ روزہ لگانا چاہیے آئندہ دورے میں اس تجویز کو زیر غور رکھنے کے وعدے کے ساتھ فی الحال معذرت کی، وہ ویگنوں تک ہمارے ساتھ تشریف لائے اور طویل دعا کے ساتھ ہمیں رخصت فرمایا۔

بقیہ 53 پر